

زکوٰۃ اور ٹیکس

ڈاکٹر یوسف القرضاوی / ترجمہ: سید حامد عبدالرحمن الکاف

ماہرین اقتصادیات کی تعریف کے مطابق ٹیکس ایک لازمی فریضہ ہے جس کا حکومت کو ادا کرنا اس شخص پر واجب ہے جس پر وہ عائد کیا جائے۔ یہ ٹیکس اس شخص کی قدرت ادائیگی کے پیش نظر عائد کیا جاتا ہے، خواہ اس کو ان خدمات کے فوائد سے مستفید ہونے کا موقع ملتا ہے یا نہیں جو حکومتی ادارے فراہم کرتے ہیں۔ ان ٹیکسوں سے ہونے والی مجموعی آمدنی کو جہاں حکومت کے عام اخراجات کو پورا کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، وہیں ان کے ذریعے بعض ان اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی اہداف و اغراض کو حاصل کیا جاتا ہے جو حکومت کے پیش نظر ہوتے ہیں۔^۱

زکوٰۃ جیسا کہ اس کی تعریف علمائے شریعت نے کی ہے، ایک ایسا فریضہ ہے جس کو اللہ نے مسلمانوں کے مال و دولت میں ان کے لیے واجب قرار دیا ہے جن کو اللہ کی کتاب میں فقراء، مساکین اور دیگر مستحقین زکوٰۃ کے نام سے یاد کیا گیا ہے تاکہ اس کی نعمت کا شکر ادا کیا جاسکے، اللہ سے تقرب حاصل ہو اور مال اور نفس کا تزکیہ ہو سکے۔

زکوٰۃ اور ٹیکس میں ہم آہنگی کا پہلو

اوپر بیان کردہ دونوں تعریفوں سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ زکوٰۃ اور ٹیکس میں جہاں اختلاف کے بعض پہلو ہیں، وہیں ان دونوں میں اتفاق اور ہم آہنگی کے بھی بعض پہلو پائے جاتے ہیں۔ ان پہلوؤں کا تذکرہ حسب ذیل ہے:

۱۔ جبر اور لزوم کا وہ پہلو جس کے بغیر ٹیکس وصول نہیں کیا جاسکتا ہے، زکوٰۃ میں بھی پایا جاتا

ہے اگر ایک مسلمان اپنے مسلمان ہونے کے دعوے کے باوجود اس کو ادا نہ کرے۔ یہ جبر اور لزوم اس وقت اور بھی زیادہ ہو سکتا ہے جب اس کو ہتھیار کی قوت کے ساتھ اس شخص سے وصول کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جو اس کی ادا گی سے انکار کرتا ہے اور اس کے خلاف تلوار کو میان سے نکال لیتا ہے، نیز جو اس کے واجب ہونے سے انکار کرے اور صاحب قوت بھی ہو۔ [یہ اشارہ ہے سیدنا ابو بکرؓ کا مانعین زکوٰۃ سے جنگ کرنے اور ان سے تلوار کی نوک پر زکوٰۃ وصول کرنے کی طرف۔ مترجم]

ب۔ علاوہ ازیں ٹیکس کسی عام ادارے کو ادا کیا جاتا ہے جیسا کہ مرکزی حکومت یا مقامی حکومت۔ یہی کچھ حال زکوٰۃ کا بھی ہے جو حکومت کو اس ادارے کے ذریعے ادا کی جاتی ہے جس کو قرآن نے الْعَمَلِیْنَ عَلَیْہَا (اس کے لیے کام کرنے والے) کا نام دیا ہے۔

ج۔ ٹیکس کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد یہ بھی ہے کہ اس میں خواص — یعنی خاص خاص افراد — کی رعایت نہیں کی جاتی۔ ٹیکس ادا کرنے والا ایک خاص معاشرے کا فرد ہونے کی حیثیت سے ٹیکس ادا کرتا ہے اور اس کی مختلف سرگرمیوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان اپنی زکوٰۃ کسی خاص شخصی فائدے کے لیے ادا نہیں کرتا بلکہ وہ صرف اس وجہ سے ادا کرتا ہے کہ وہ اس مسلمان معاشرے کا ایک فرد ہے جس کی حمایت، کفالت اور اخوت سے وہ بہرہ ور ہوتا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ اس معاشرے کے دیگر افراد کی مدد کرے اور ان کو فقر اور بجز کی حالت میں اور زندگی کی مصیبتوں کے مقابلے میں امن و امان مہیا کرے۔ مزید یہ کہ وہ ایسے عام نفع کے منصوبوں میں اپنا حصہ ادا کرے جس کے ذریعے امت مسلمہ کا کلمہ اُونچا ہوتا ہے اور دعوتِ حق کا دائرہ وسیع تر ہوتا ہے، اس بات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے کہ اس کو ادا گی زکوٰۃ سے کوئی شخصی نفع پہنچتا ہے یا نہیں۔

د۔ اگرچہ ٹیکس کے جدید رجحان کے اعتبار سے ٹیکس کے مالی فوائد کے علاوہ کچھ اجتماعی، اقتصادی اور سیاسی ہدف بھی ہیں لیکن زکوٰۃ کے بھی بعض ایسے پہلو ہیں جو اپنے دائرے میں اس سے زیادہ وسیع ہیں اور ان کا افق (horison) زیادہ وسیع اور اس کی جڑیں زیادہ گہری ہیں۔ ان مذکورہ پہلوؤں اور ان کے علاوہ دیگر پہلوؤں میں فرد اور معاشرے پر ان کے دُور رس اثرات نمودار ہوتے

زکوٰۃ اور ٹیکس میں اختلاف کا پہلو

زکوٰۃ اور ٹیکس میں اختلاف کے پہلو تو بہت زیادہ ہیں جن میں سے اہم امور کا ذکر ہم مندرجہ ذیل سطور میں کرتے ہیں:

● اسم اور عنوان میں فرق: پہلے ہی مرحلے میں زکوٰۃ اور ٹیکس کا فرق ان کے عنوان، ان کی دلالت اور اس کے اثرات سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ لفظ 'زکوٰۃ' اپنے لغوی معنوں میں طہارت، نشوونما اور برکت پر دلالت کرتا ہے۔

شریعت اسلامی کا اس لفظ کو اس حصے کی تعبیر کے لیے اختیار کرنا جو اس کے مال و دولت میں فرض کیا ہے اور جو فقر اور دیگر مستحقین کے لیے خاص کیا گیا ہے، اس لفظ کے اثرات نفسِ انسانی پر بڑے اچھے پڑتے ہیں برعکس ان اثرات کے جو لفظ 'ٹیکس' سے پڑتے ہیں۔

ٹیکس کا لفظ بنا ہے جرمانہ لگانے سے یا پیداوار میں سے ایک حصہ وصول کرنے سے۔ عربی زبان میں 'ضَرْبَ عَلَيْهِ' سے ضَرْبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمُسْكَنَةُ (البقرہ ۲: ۶۱) (ان پر، یعنی یہود پر ذلت اور مسکنت مسلط کر دی گئی)۔ کہتے ہیں: ضَرْبَ عَلَيْهِمُ ضَرْبَةَ الْبَيْعِ (اس پر بیلز ٹیکس عائد کیا)۔ اس زاویہ نگاہ سے لوگ ضریبہ (ٹیکس) کو ایک جرمانہ اور ایک بڑا بوجھ تصور کرتے ہیں۔ رہا لفظ 'زکوٰۃ' تو وہ اپنے پہلو میں پاکیزگی، نشوونما اور برکت کے معنوں کو سموئے ہوئے ہونے کی وجہ سے، یہ اثر چھوڑتا ہے کہ جو مال و دولت وہ سمیٹ سمیٹ کر جمع کر رہا ہے یا اس سے لطف اندوز ہو رہا ہے اور اس کی زکوٰۃ نہیں ادا کر رہا ہے جس کو اللہ نے فرض کیا ہے، تو وہ مال و دولت اس وقت تک خبیث اور ناپاک رہیں گے جب تک ان کو زکوٰۃ کے ذریعے پاک و صاف نہیں کیا جائے گا۔

یہ لفظ یہ اثر بھی چھوڑتا ہے کہ جو مال زکوٰۃ نکالنے سے بظاہر کم ہو جاتا ہے اگر اس کو بصیرت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو وہ حقیقت میں پاک ہو کر بڑھتا اور نشوونما پاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُزِيلُ الصَّدَقَاتِ (البقرہ ۲: ۲۷۷) "اللہ سود کا مٹھ مارتا ہے اور صدقات کو پروان چڑھاتا ہے"۔ اور وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ (سبا ۳۹: ۳۴)، تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو تو وہ، یعنی اللہ اس کی جگہ نیا رزق دیتا ہے۔

یہ لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پاکیزگی نشوونما اور برکت صرف مال میں نہیں ہوتی بلکہ

وہ انسان کے اندر اپنے اثرات پیدا کرتے ہیں۔ زکوٰۃ لینے والے میں بھی اور زکوٰۃ دینے والے میں بھی۔ زکوٰۃ وصول کرنے والے کا نفس، معاشی بھلائی کی وجہ سے حسد اور بغض سے پاک ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے ذریعے اس کے اور اس کے خاندان کے لیے مالی آسودگی فراہم ہو جاتی ہے۔ جہاں تک زکوٰۃ دینے والے کا تعلق ہے تو اس کا نفس بخل اور کجی سے پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور اس میں، اس کے اہل و عیال میں اور مال میں برکت ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں قرآن کہتا ہے: **خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا** (التوبہ ۹: ۱۰۳) ”تم ان کے مال و دولت میں سے زکوٰۃ وصول کرو جس کے ذریعے تم ان کو پاک کرتے ہو اور ان کے نفس کا تزکیہ کرتے ہو“۔

● کیفیت اور رُخ میں فرق: زکوٰۃ ایک ایسی عبادت ہے جو مسلمانوں پر فرض کی گئی تاکہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا جاسکے اور اس ہستی مبارک سے قرب حاصل ہو۔ رہا نکس تو وہ ایک خالص تمدنی پابندی ہے جو عبادت اور قربت کے سارے معنوں سے یکسر خالی ہے۔ اسی لیے زکوٰۃ میں ادائیگی کے لیے ’نیت‘ شرط ہے تاکہ وہ اللہ کے ہاں قبول ہو سکے، کیونکہ کوئی بھی عبادت نیت کے بغیر ادا نہیں ہوتی ہے۔ انما الاعمال بالنیات ”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے“۔ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (البینہ ۵: ۹۸) ”اور انھیں حکم نہیں دیا گیا الا یہ کہ وہ اللہ کی عبادت کریں (اپنی نیتوں) کو اس کی اطاعت کے لیے خالص کر کے“۔

اسی وجہ سے زکوٰۃ کا ذکر فقہ کی کتابوں میں عبادات کے ضمن میں کیا جاتا ہے۔ کیونکہ کتاب و سنت میں ان دونوں کو، یعنی نماز اور زکوٰۃ کو ایک دوسرے کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن نے ۲۰ سے زائد جگہوں پر مکی اور مدنی سورتوں میں ان کا ذکر کیا ہے۔ رہی سنت تو اس میں ان مقامات کی گنتی نہیں کی جاسکتی ہے۔ مثلاً حدیث جبریلؑ اور حدیث: بنی الاسلام علی خمس ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے“۔ ان کے علاوہ دیگر بہت سی احادیث ہیں جن میں زکوٰۃ کا ذکر موجود ہے۔ یہ اسلام کی چار عبادتوں میں سے ایک عبادت ہے۔ اور اس وجہ سے کہ زکوٰۃ ایک عبادت ہے، شعائر اسلام میں سے ایک شعار ہے اور ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے، اس سبب سے یہ صرف مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے۔ وسعت داماں کی حامل شریعت نے اس بات کو گوارا نہیں کیا کہ ایک مالی عبادت کو غیر مسلموں پر فرض کرے جو شعائر اسلام میں سے ہے۔

یہ ٹیکس کے برعکس ہے جو مسلم اور غیر مسلم دونوں پر فرض کیا جاتا ہے اگر ان میں اُسے ادا کرنے کی طاقت اور قدرت ہو۔

● نصاب اور مقدار کئے تعین میں فرق: زکوٰۃ ایک ایسا حق و حصہ ہے جس کو شارع نے بذات خود مقرر کیا ہے۔ اسی نے ہر قسم کے مال کا نصاب مقرر کیا ہے۔ اسی نے ان مقداروں کا تعین کیا ہے جو ۵ فی صد سے لے کر ۱۰ فی صد تک اور ڈھائی فی صد واجب الادا ہوتے ہیں۔ اس کے بعد کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ان میں تبدیلی یا کمی بیشی کرے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو خطا کا قرار دیا ہے جو عصر حاضر کی اجتماعی اور اقتصادی تبدیلیوں کی بنا پر ان میں زیادتی کرنا چاہتے ہیں (دیکھیے فقہ الزکوٰۃ، ص ۲۴۳-۲۴۶)۔ اس کے برخلاف ٹیکس اپنے نصاب، مقدار، شرح اور دیگر امور میں حکومت کی صواب دید پر منحصر ہوتا ہے، اور ان کے تعین کا فیصلہ صاحب اقتدار حضرات کرتے ہیں بلکہ ان کا نفاذ یا خاتمہ حکومت کے فیصلے پر منحصر ہوتا ہے اگر وہ اس کی حاجت محسوس کرے۔

● باقی اور دائم رہنے کے لحاظ سے فرق: اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ زکوٰۃ ایک باقی رہنے والا اور دائمی فریضہ ہے، جب تک کہ زمین پر اسلام اور مسلمان باقی ہیں۔ اس کو نہ تو ظالم کا ظلم باطل قرار دے سکتا ہے اور نہ عادل کا عدل۔ اس کا حال نماز جیسا ہے جو اسلام کا ستون ہے، جب کہ یہ اسلام کا خزانہ ہے۔ رہا ٹیکس تو نہ اس کی کیفیت کو دوام حاصل ہے نہ مقدار ہی اس کی دائمی ہے اور نہ اس کے وجوب کی کم از کم حد کو بقا حاصل ہے۔ ہر حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس کی شرح میں اپنی مرضی کے مطابق تبدیلی لاسکے یا اس کو اہل حل و عقد (یعنی قانون ساز اداروں) کی پشت پناہی حاصل ہو، بلکہ ٹیکس کا باقی رہنا بجائے خود ایک بڑا سوال ہے۔ کیونکہ یہ حاجت کے تابع ہے اور حاجت کے خاتمے سے اس کا خاتمہ بھی واجب ہو جاتا ہے۔

● خرچ کی مددات میں فرق: زکوٰۃ کے استعمال کی وہ خاص مددات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب میں مقرر کر دیا ہے اور ان کی وضاحت رسول اللہ نے اپنے قول اور فعل سے کی ہے۔ خرچ کی یہ مددات اتنی واضح ہیں کہ ایک مسلمان بذات خود انھیں جان سکتا ہے اور اپنی زکوٰۃ ان میں صرف (خرچ) کر سکتا ہے اگر اُسے ایسا کرنے پر مجبور ہونا پڑے۔ یہ مددات خرچ انسانی اور اسلامی نوعیت کی حامل ہیں۔ جہاں تک ٹیکسوں کا تعلق ہے تو ان کو عام حکومتی اخراجات پر خرچ کیا

جاتا ہے اور ان کا تعین حکومت کے مقتدر ادارے کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ کا موازنہ حکومت کے عام موازنے سے ایک الگ اور مستقل بالذات چیز ہے جس کے صرف کرنے کے راستے نسبتاً محدود اور متعین ہیں، اور جن کو قرآن کریم نے خرچ کرنے کے لیے متعین کر کے کہا: **فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ** (الغوبہ ۹: ۶۰) ”اللہ کی طرف سے فرض کیے ہوئے“۔

● حکومت سے تعلق میں فرق: یہیں سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ ٹیکس کی ادائیگی کا معاملہ ٹیکس ادا کرنے والے اور حکومت کے درمیان ہوتا ہے۔ حکومت ہی اس کو مقرر کرتی ہے، وہی اس کا مطالبہ کرتی ہے اور وہی اس کی واجب الادا شرح کا تعین کرتی ہے۔ اُسی کے ہاتھ میں اس کو کم کرنا ہوتا ہے اور وہی اس کے کسی جز سے خاص حالات میں دست بردار ہو سکتی ہے۔ کسی خاص سبب کی وجہ سے یا ہمیشہ کے لیے بلکہ اُسی کے ہاتھ میں اس کو منسوخ قرار دینا ہوتا ہے اور اگر وہ چاہے تو سارے ہی ٹیکسوں کو منسوخ کر سکتی ہے۔ اگر ٹیکس کا شعبہ مطالبے میں لاپرواہی سے کام لے یا تاخیر کرے تو ٹیکس ادا کرنے والے کو مور و الزام نہیں قرار دیا جاتا ہے اور اس سے کسی چیز، یعنی جرمانے کا مطالبہ نہیں کیا جاتا ہے۔

اس کے برعکس زکوٰۃ کا معاملہ مختلف ہے۔ سب سے پہلے یہ زکوٰۃ ادا کرنے والے اور اس کے رب کے درمیان معاملہ ہے۔ اس کے رب نے اُسے مال عطا کیا ہے اور اس نے اُسے زکوٰۃ ادا کرنے کا ذمہ دار بھی ٹھہرایا ہے تاکہ وہ اس کے حکم کی پیروی کر سکے اور اس کی خوش نودی حاصل کر سکے۔ اُسی نے اس کی مقدار کا تعین کیا اور اُس نے اس کے خرچ کی مدت کا تعین بھی کیا ہے۔ اگر کوئی ایسی حکومت، یعنی اسلامی حکومت پائی نہ جاتی ہو جو زکوٰۃ جمع کر کے اُسے مستحقین میں تقسیم کر سکتی ہو، تو ایک مسلمان کا دین اس پر یہ امر فرض کرتا ہے کہ وہ اس کو اس کے مستحقین پر تقسیم کرے، کیونکہ زکوٰۃ کسی حال میں اس پر سے ساقط نہیں ہوتی ہے۔ وہ اس معاملے میں نماز کی طرح ہے۔ اگر ایک مسلمان ایسی جگہ پر ہو جہاں نہ تو مسجد ہی پائی جاتی اور نہ امامت کرنے کے لیے کوئی امام ہی موجود ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ نماز جہاں بھی ہو سکے پڑھے، اپنے گھر میں یا کسی اور مقام پر۔ کیونکہ زمین ایک مسلمان کے لیے مسجد کا حکم رکھتی ہے (جہاں چاہے نماز ادا کرے) اور کسی حال میں بھی نماز نہ چھوڑے۔ سب ہی جانتے ہیں کہ زکوٰۃ نماز کی طرح ہی ہے۔ اس وجہ سے

ایک مسلمان پر واجب ہے کہ وہ خوش دلی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرے، یہ اُمید کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی جانب سے قبول فرمائے گا اور اس کو واپس نہیں لوٹائے گا۔ یہ امر مستحب ہے کہ وہ اپنے رب سے قبولِ زکوٰۃ کے لیے اس قسم کی دعا کرے: اللھم اجعلها اجراً ولا تجعلها مغزماً (اے اللہ! اُسے باعثِ ثواب واجر بنا اور باعثِ عذاب نہ بنا)۔

یہی سبب ہے جس کی بنا پر ایک مسلمان زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور اس کی ادائیگی سے بھاگتا نہیں ہے جیسا کہ عموماً دیکھا گیا کہ لوگ ٹیکس ادا کرنے سے بھاگتے اور جی چراتے ہیں۔ اگر وہ بھاگتے نہیں ہیں تو اُسے جبر کی وجہ سے یا پھر کراہیت کے ساتھ ادا کرتے ہیں، بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ایسے مسلمان بھی ہیں جو اپنے مال میں سے زکوٰۃ سے بھی زیادہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اس رغبت کے سبب جو اللہ کے ہاں پائی جاتی ہے اور تاکہ اس کا ثواب اور اللہ کی خوشنودی انھیں حاصل ہو جیسا کہ عہدِ نبویؐ میں اور آپؐ کے بعد کے ادوار میں ہوتا رہا ہے۔

● اہداف اور مقاصد میں فرق: زکوٰۃ کے اعلیٰ روحانی اور اخلاقی مقاصد اُنق پر چمکتے نظر آتے ہیں۔ ٹیکس اتنی بلندیوں تک پہنچنے سے قاصر اور عاجز ہے۔ اس کے اہداف کے بارے میں ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کا وہ قول کافی ہے جو اس کی کتاب میں وارد ہوا ہے: خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ (التوبہ ۱۰۳: ۹) ”تم ان کے اموال میں سے وہ زکوٰۃ لو جو ان کو پاک کرتی اور ان کے (نفوس کا) تزکیہ کرتی ہے اور ان کے لیے دعا کرو، بے شک تمھاری دعا (ان کے لیے) باعثِ تسکین ہوتی ہے۔“ نبیؐ زکوٰۃ ادا کرنے والے کے حق میں اس کی ذات اور اس کے مال میں برکت کی دعا فرمایا کرتے تھے، اور یہ وہ بات ہے جو ہر زکوٰۃ وصول کرنے والے کو کہنی چاہیے۔ رسول اللہؐ کے اسوۂ مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے بلکہ بعض فقہانے اسے واجب قرار دیا ہے کیونکہ آیت نے اس کا حکم دیا ہے اور بظاہر ایسا ہی صحیح دکھائی دیتا ہے۔

رہا ٹیکس، تو وہ ان اُونچے اہداف کی طرف دیکھنے کی زحمت ہی نہیں اُٹھاتا ہے بلکہ کئی صدیوں تک مالیات کے ماہرین اس بات سے انکار ہی کرتے رہے کہ ٹیکس کا مقصد حکومت کے خزانے بھرنے کے لیے ہے اور یہ کہ ٹیکس ادا کرنے والے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ (۱) تصور کا نام دیا گیا مگر

جب افکار میں تبدیلی آئی اور اجتماعی، اقتصادی اور سیاسی حالات میں تغیر پیدا ہوا تو 'غیر جانب دار' نظریے کے حامیوں کو شکست ہوئی اور وہ لوگ نمودار ہوئے جو اس بات کا مطالبہ کر رہے تھے کہ ٹیکسوں کو متعین اقتصادی اور اجتماعی اہداف کو حاصل کرنے کا وسیلہ بنانا چاہیے، جیسا کہ خرچ کی ہمت افزائی یا بچت کی ہمت افزائی یا تعیشاتی اشیاء پر خرچ کرنے میں کمی اور (طبقات کے درمیان) پائے جانے والے فرق کا ازالہ وغیرہ۔ یہ سب اس کے اصلی ہدف کے پہلو بہ پہلو ہیں جو ایک مالی ہدف ہے۔ اس کے علی الرغم ٹیکسوں کو عائد کرنے والے اور عوامی مالیات کے ماہرین اور ان کے مفکرین ٹیکسوں کو ان کے مادی دائرے سے باہر نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکے جو اس کے دائرے سے زیادہ وسیع و عریض ہوتا۔ وہ دائرہ روحانی اور اخلاقی اہداف کا دائرہ ہے جس پر زکوٰۃ نے توجہ مرکوز کی ہے۔

● فرض کیجئے جانئے کما نظری فرق: سب سے نمایاں فرق جو زکوٰۃ اور ٹیکس میں پایا جاتا ہے وہ اس بنیاد میں ہے جس پر زکوٰۃ اور ٹیکس کی عمارتیں کھڑی کی گئی ہیں۔ جہاں تک قانونی یا نظری بنیاد کا تعلق ہے ٹیکس کے فرض کیے جانے میں، ان نظریات میں تضادات پائے جاتے ہیں۔ رہی زکوٰۃ تو اس کی بنیاد واضح ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کی گئی ہے۔ ہم ان کی وضاحت ان چار نظریات کی روشنی میں کریں گے جن کے درمیان کوئی تعارض نہیں پایا جاتا ہے اور وہ ایک دوسرے کو قوت پہنچاتے ہیں۔ [ان نظریات پر بحث الشیخ القرطوبی نے دوسری فصل: 'زکوٰۃ اور ٹیکس فرض کیے جانے کی نظریاتی بنیادیں' میں کی ہے۔ مترجم]

● زکوٰۃ عبادت بھی، ٹیکس بھی: یہاں ہم کہہ سکتے ہیں کہ زکوٰۃ بیک وقت عبادت بھی ہے اور ٹیکس بھی۔ ٹیکس اس وجہ سے کہ وہ ایک معلوم مالی حق ہے جس کی نگرانی حکومت کرتی ہے۔ اگر اس کو خوش دلی اور اطاعت کے ساتھ ادا نہ کیا جائے تو حکومت اس کو بالجبر وصول کرتی ہے، اس سے حاصل شدہ رقم کو ان اہداف کے حصول میں خرچ کرتی ہے جو معاشرے کی خیر و فلاح کا باعث ہوتے ہیں۔ زکوٰۃ سب سے پہلے عبادت ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے۔ اس کے ادا کرنے سے ایک مسلمان اللہ سے تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے اور جب وہ اُسے ادا کرتا ہے تو محسوس کرتا ہے کہ اس نے اسلام کے ایک رکن کو ادا کیا اور ایمان کے بہت سے شعبوں میں سے ایک شعبہ کو پورا کیا۔ اس کے ذریعے وہ اس شخص کو مدد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل میں سے یہ معلوم

ہوتا ہے کہ اس کا ادا کرنا اطاعت اور صلاح کے کاموں میں سے ہے اور اس کو ادا نہ کرنا صریح فسق (نافرمانی) اور کھلی ناشکری ہے۔ وہ ایک ایسا فریضہ ہے جو وصول کرنے والے کے نہ آنے یا تاخیر سے آنے سے ساقط نہیں ہوتا ہے اور نہ وہ حاکم کی لاپرواہی سے یا کئی برس گزرنے سے ہی ساقط ہوتا ہے۔ وہ ٹیکس کی طرح نہیں ہے کہ وہ حکومت کے کہنے سے فرض ہو جائے اور حکومت کے طلب نہ کرنے سے ساقط ہو جائے۔

یہاں ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے علماء اس حقیقت کو پاچکے تھے اور اس کی طرف انھوں نے توجہ بھی دلائی تھی کہ زکوٰۃ ان دونوں معنوں کو محیط ہے، یعنی ٹیکس کے معنی اور زکوٰۃ کے مفہوم کو اپنے پہلو میں لیے ہوئے ہے۔ اگرچہ انھوں نے لفظ ٹیکس کے ذریعے اس کی تعبیر نہیں کی ہے کیونکہ لفظ ٹیکس ایک جدید اصطلاح ہے۔ وہ اس کے مفہوم کو لفظ 'حق' سے تعبیر کرتے تھے جو مال داروں کے اموال میں فقر اور مساکین کے لیے واجب الادا ہوتا ہے (دیکھیے بدایۃ المجتہد لابن رشد، ج ۱، ص ۲۳۷، مطبوعۃ الاستقامۃ)۔ یا وہ اس کو صلۃ الرحم، یعنی انسان ہونے کے ناتے یا مسلمان ہونے کی وجہ سے (اس کو فرض قرار دیتے ہیں) اس میں عبادت کے پہلو کے ساتھ۔ اس سلسلے میں واضح ترین معنی الروض النضیر کے مصنف نے بعض علماء کے حوالے سے زکوٰۃ کی حقیقت اور اس کی حکمت کے بارے میں بیان کیے ہیں، وہ کہتے ہیں: "مال داروں کے مال و دولت کی تاکید اس کے وجوب کے ساتھ کی جاسکے۔ اللہ نے معاونت اور اتحاد و تعاون کا جو حکم دیا ہے اس میں مال داروں کے نفوس کا ابتلا اور امتحان ہے جو انسانی نفوس پر شاق گزرتے ہیں جیسا کہ عبادت کو فرض کر کے ان کے جسموں کو ابتلا اور امتحان میں مبتلا کیا۔ یوں یہ صلۃ الرحم کا ذریعہ بنی اور اس میں عبادت کا پہلو بھی آ گیا ہے۔ عبادت کے پہلو کی وجہ سے اس میں نیت کی شرط لگائی گئی ہے۔ اس میں نافرمانی اور معصیت جیسی دیگر چیزوں کو شریک کرنا ناجائز ہے۔ اس میں صلۃ الرحم کے پائے جانے کی بنا پر اس میں کسی کو نائب یا وکیل بنانا جائز ہے اور اس میں جبر کا استعمال جائز ہے۔ جب امام کسی سے بالجبر اسے وصول کرے تو وہ ادا کرنے والے کی طرف سے نیابت اور وکالت کی نیت کے تحت ہوتا ہے۔ اس کو میت کے مال میں سے وصول کر لیا جاتا ہے۔ خواہ میت نے اس کی وصیت نہ کی ہو چونکہ اس میں صلۃ الرحم کا غنیمت غالیہ ہے، اس لیے اس میں

فقرا کے لیے زیادہ منفعت کی رعایت کرنے کا حکم ہے اور یہی وجہ ہے کہ نابالغ یا اس جیسے لوگوں کے اموال میں بھی واجب ہوتی ہے۔ چونکہ اس کا اصل مقصد موساسۃ ہے، اس لیے اُسے صرف بڑی مقدار کے مال میں واجب کیا گیا ہے جس کو نصاب کہتے ہیں۔ اُسے صرف قابل نمو (growthable) اموال میں فرض کیا گیا ہے۔ یہ اموال عین (یعنی سونا چاندی) نقد [چونکہ سونا چاندی کے اس وقت سکتے ہوا کرتے تھے۔ مترجم] اموال تجارت، مویشی، زرعی پیداوار ہیں۔ شرع نے ان اموال میں وہ نصاب مقرر کیا ہے، جس کا ان میں سے ہر قسم یا موساسۃ کا تحمل ہو سکتا ہے۔ ان میں واجب ہونے کی مقدار کو محنت اور زرعی ضروریات کے لحاظ سے مقرر کیا۔ اس لیے بارش یا اس جیسی چیز سے سیراب ہونے والی فصلوں پر ۱۰ فی صد فرض کیا اور جن فصلوں کو جانوروں یا ٹیوب ویلوں کے ذریعے سیراب کیا جاتا ہے اس کا نصف، یعنی ۵ فی صد (دیکھیے: الروض النضیر، ج ۲، ص ۳۸۹، مطبعة السعادة)۔ یہ دراصل امام زید بن علی زین العابدین بن حسین بن علی کی کتاب المجموع الفقہ الکبیر کی چار جلدوں میں شرح ہے)۔

حواشی

- ۱- مبادی علم المالیه از ڈاکٹر محمد نواد ابراہیم، ج ۱، ص ۲۷۱۔ اس تعریف کو انھوں نے ٹیکس کے مزاج اور اس کے اہداف پر بحث کے بعد بطور خلاصہ پیش کیا ہے۔ مترجم
- ۲- اس شرط کا ذکر انھوں نے محض اس لیے کیا ہے کہ ٹیکس کی تعریف کے ضمن میں اس چیز سے دامن کشی کرنے کے لیے جو یورپ میں عہد وسطیٰ میں وقوع پذیر ہوا کرتی تھی جب کسان زمین کے مالکوں کو ٹیکس ادا کیا کرتے تھے۔ مترجم
- ۳- یہاں غور طلب لفظ 'منہ مارنا' ہے جو نشوونما کی ضد ہے، یعنی اس کا خاتمہ کرنا۔ آج سود کی کارگزاری کا نتیجہ یہ ہے کہ اسپین میں بے روزگاری ۲۷ فی صد ہو گئی ہے۔ یہی حال قبرص، ہالینڈ، یونان، پرتگال وغیرہ کا ہے۔ یہ سب کچھ سودی مٹھ مار کا نتیجہ ہے۔ مترجم
- ۴- سود حاصل کرنے کے لیے سود خوار خرچ کرنے کے بجائے بچت کی سوچتے ہیں۔ اس سے پیسے کا بہاؤ پیداواری چیزوں / سرگرمیوں کے بجائے بنکوں میں پیسہ جمع کرانے کی طرف ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس جب کوئی چاول یا گیہوں خریدتا ہے تو کسان کو چاول اور گیہوں پیدا کرنے پر ابھارتا ہے۔ یوں پیسہ گردش کر کے کھیتی باڑی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔